وشوا بھارتی یونیورسٹی کے
فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

عبدالوہاب بدرستوی سنٹرل لائبریری، وشوا بھارتی یونیورسٹی، شانتی نکیتن مغربی بنگال

(۲)

مثنوی لیلیٰ مجنون ہاتفی (ملا عبداللہ ہاتفی)۔ صفحات ۲۲۴، کاتب منشی مانک چند، سال ۱۱۸۳ سنہ بنگلہ (۱۷۷۶-۷۷ء)، کتابت خط شکستہ۔ اس میں کُل ۲۷ عنوانات ہیں جو سُرخ روشنائی سے کتابت کیے گئے ہیں۔ ابتدائی چھ عنوانات کے قبل ۵۴ اشعار بغیر کسی عنوان کے ہیں جنھیں حمدیہ اشعار کہہ سکتے ہیں۔ اختصاراً بطور نمونہ مذکورہ چھ عنوانات ذیل میں دیے جاتے ہیں:

(۱) مناجات بقاضی الحاجات

(۲) در صفت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) در معراج حضرت رسالت پناہؐ

(۴) در صفت امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ

(۵) در صفت قاسم انوار گوید

(۶) در صفت پیری

نسخۂ مذکور کے مجموعی اشعار کی تعداد ۱۸۰۱ ہے جبکہ مطبوعہ[1] میں ۲۰۷۵ ہیں اور لغت نامہ دہخدا میں دو ہزار بتائی گئی ہے[2]۔ بحیثیت تعداد اشعار، عنوانات اور الفاظ مطبوعہ نسخہ سے کافی مختلف ہے ۔ یہ مثنوی پہلی بار سر ولیم جانس (SIR W. JONES) نے مع نوٹ مرتب کی جو ۱۷۸۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی اور تقریباً اس کے ۷۵ سال بعد ۱۸۶۲ء میں بصورت اوریجنل نولکشور لکھنؤ سے طبع کی گئی[3]۔

ہند کے حسب ذیل کتب خانوں میں بھی یہ مثنوی بلباس قلمی موجود ہے :

خدابخش لائبریری پٹنہ، گورنمنٹ اورینٹل لائبریری مدراس ، بمبئی یونیورسٹی لائبریری، مسلم یونیورسٹی لائبریری (سبحان اللہ کلیکشن) علی گڑھ ، کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد اور کتب خانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ[3]۔

ملا ہاتفی نے خمسۂ نظامی کے مقابل میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں سب سے پہلی یہی مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے ۔ موصوف نے مثنوی لکھنے سے قبل اپنے ماموں ملا جامی سے اجازت طلب کی، جامی نے کہا خمسے سے پہلے تم فردوسی (متوفی ۴۱۱ھ / ۱۰۲۰ء) کی اُس ہجو کا جواب لکھ دو جو اس نے محمود غزنوی سے متعلق کہی ہے ۔

فردوسی کی ہجو :

درختے کہ تلخ است وی را سرشت ۔۔۔ گرش در نشانی بہ باغِ بہشت

ور از جوی خلدش بہ ہنگام آب ۔۔۔ بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب

---

[1] مطبوعہ منشی نولکشور ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء

[2] انڈیا آفس لائبریری لندن ، جلد اول : ص ۷۶۷

[3] یہاں کے کتب خانہ میں نولکشور لکھنؤ ۱۸۸۶ء کا مطبوعہ بھی ہے ۔

[5] شمارہ مسلسل ۷۵، (ہ ـــ ھانی گرملہ) : ص ۳۲۳ ۔

سرانجام گو ہر بکار آورد   ہمان میوۂ تلخ بار آورد

ہاتفی کی جوابیہ ہجو:

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت   نہی زیر طاؤس باغ بہشت
بہ ہنگام آن بیضۂ پرورش   ز انجیر جنت دہی ارزنش
دہی آبش از چشمۂ سلسبیل   بدان بیضہ دم در دمد جبرئیل
شود عاقبت بیضۂ زاغ زاغ   بررنج بیہودہ طاؤس باغ[1]

ہاتفی کے اِس جواب پر ملّا جامی نے مذاقاً کہا کہ بہتر تو ہے لیکن انڈے بہت سارے جمع کر دئے ہیں[2]۔ جامی کی اِسی ہمت افزائی کی وجہ سے ہاتفی نے اپنی مثنوی لیلیٰ مجنوں کی ابتدا تبرکاً جامی ہی کے اِس شعر سے کی ہے:

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد   توقیع قبول روزیش باد

موصوف مثنوی مذکور کے "خاتمہ" میں لکھتے ہیں کہ عرصہ سے نظامی گنجوی کی لیلیٰ مجنون کے مقابل میں مثنوی لکھنے کی تمنا تھی جو خوش قسمتی سے اب پوری ہوگئی:

می بود ہمیشہ شوق اینم   کز خرمنِ گنجہ خوشہ چینم
صد شکر کہ شد میسّر آخر   وین بخت رسید بر سر آخر

مثنوی کی تکمیل ہاتفی اپنے مرشد قاسم انوار کے فیوض و برکات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ "در صفت قاسم انوار" (متوفی ۸۳۷ھ / ۱۴۳۳ء) (عنوان ۶) میں لکھتے ہیں:

در خدمتِ او دو دست بستم   داد از سر مکرمت بدستم

---

[1] Literary history of Persia, V.4: P228 by Browne

[2] پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں صفحہ ۲۲۸ پر یہ مذاقیہ جملہ رضا قلی خاں ہدایت کی مجمع الفصحاء جلد ۲: ص ۴۵ اور ضیا بے کی کتاب "خرابات" جلد ۳: ص ۲۳۶ سے نقل کیا ہے۔

درجی مشحون ز در مکنون کین قصۂ لیلیٰ ست و مجنون

دیدم چو دران صحیفۂ نو نے نام نظامی و نہ خسرو

عنوانِ صحیفہ نام من بود این بادہ نصیب جام من بود

گردید مرا یقین ازین پس کین نان منست ونیست از کس

شہنشاہ بابرؔ ہاتفی کی اس مثنوی پر تنقیداً لکھتے ہیں:

"اس کی مثنویوں میں سے لیلیٰ مجنوں بہت مشہور مثنوی ہے، گو جیسی شہرت ہے ویسی عمدہ نہیں ہے[۱]"

خمسۂ ہاتفی کی دیگر چار مثنویاں:

۱۔ خسرو شیریں بمقابل شیریں خسرو نظامی

۲۔ ہفت منظر " ہفت پیکر "

۳۔ تیمور نامہ " سکندر نامہ "

۴۔ شاہنامہ حضرت شاہ اسماعیل

تیمور نامہ کا دوسرا نام ظفر نامہ بھی ہے اس کی ترتیب و تکمیل میں ہاتفی نے ۴۰ سال صرف کئے پھر بعد میں اس کے کچھ نامناسب اشعار کو حذف کر کے دیگر اشعار سے خانہ پری کی۔

حاجی خلیفہ (متوفی سنہ ۱۰۹۶ھ / ۱۶۵۸ء) لکھتے ہیں:

فارسی منظوم فی وقائع تیمور لمولانا عبد اللہ بن اخت الجامی المعروف بھاتفی المتوفی سنہ ۹۲۷ھ وھو نظم متین فی مقابلۃ اسکندر نامہ من الخمسۃ نظمہ فی اربعین سنۃ لانہ کثیرا ما کان

---

[۱] تزک بابری (اردو) مترجم مرزا نصیر الدین حیدر گورگانی: ص ۱۸۵۔

یخرج بعض ابیاتہ غیر المستحسنۃ ویبدل لہ
غیرھا[1]۔"

پروفیسر براؤن نے اس کتاب کی اہمیت کے سلسلے میں خود ہاتفی کے خیال کا ذکر کیا ہے کہ اُس میں من گھڑت قصے اور افسانے نہیں بلکہ صحیح اور سچے واقعات پر مبنی ہے[2]: یہ منظومہ تاریخ تیموری بنام "ظفر نامہ[3]" لکھنؤ سے طبع ہو چکی ہے[4]۔ نیز مغربی جرمنی کے ایک اسکالر ڈاکٹر فرانز تیوفیل (Franz Teufel) نے برائے اشاعت مرتب کیا ہے[5]۔ یہ مرتب موصوف مقام کارلس روہی (Karlsruhe, W. German) کی گرانڈ ڈوکل لائبریری (Grand-Ducal Library) میں ناظم کتب خانہ تھے۔ اور "شاہنامہ حضرت شاہ اسماعیل" کتاب کو منظوم کرنے کا سبب خود شاہ مذکور ہوئے۔ متعدد کتابوں میں سام مرزا کے "تذکرہ" سے یہ اطلاع ملتی ہے کہ شاہ اسماعیل ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء میں جب خراسان کی فتحیابی کے بعد واپسی میں سید قاسم انوار کے مزار پر حاضری کے ارادے سے آ رہا تھا تو اچانک ملا ہاتفی کے گھر پہونچ گیا۔ ملا موصوف شاہ کی آمد سن کر گھر سے برآمد ہوئے اور نہایت ہی احترام کے ساتھ بادشاہ کا استقبال کر کے اپنی بساط کے مطابق ضیافت کی۔ اس ضمن میں بہت ساری باتیں دونوں کے مابین ہوئیں جن میں سے بادشاہ کی یہ فرمائش بھی تھی کہ میری موجودہ فتحیابی پر ایک منظوم تاریخ مرتب کرو۔ ہاتفی نے شاہ کا حکم بجا لاتے ہوئے نظم کہنی شروع

لہ کشف الظنون جلد دوم: ص: ۱۰۴۔

لہ Literary history of Persia, V.4, P.299

لہ کٹلگ انڈیا آفس لائبریری لندن جلد اول: ص ۷۷۹۔

لہ Indian Antiquary Dec 1875. P368

لہ اس مطبوعہ نسخہ کی ایک کاپی کتب خانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں موجود ہے۔

کی لیکن شاعر موصوف کی عمر نے وفا نہ کی جس سے یہ منظومہ نا مکمل رہ گیا۔ پروفیسر براؤن کی تحریر کے مطابق ساڑھے چار ہزار اشعار کہہ پائے تھے[1]۔ لیکن لغت نامہ دہخدا میں ان اشعار کی تعداد ۴۵۶۷ بتائی جاتی ہے[2]۔

ہاتفی کا محبوب شاہ اسماعیل شیخ صفی الدین[3] کی چھٹی پشت میں گذرا ہے جس نے سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں خاندانِ صفویہ کی بنیاد ڈالی اور ایران کی کھوئی ہوئی سابقہ عظمت و شوکت واپس دلائی۔ پروفیسر براؤن نے لکھا ہے کہ "تخت نشین ہوتے ہی شاہ نے پورا ارادہ کر لیا کہ شیعیت کو نہ صرف سلطنت کا مذہب قرار دیا جائے بلکہ صرف یہی ایک مذہب ایران میں باقی رہے۔ بادشاہ کے اس ارادے سے خود تبریز کے بعض شیعہ مجتہدین کو بھی تشویش لاحق ہوئی۔ چنانچہ شاہ اسماعیل کی تخت نشینی سے ایک روز قبل رات کے وقت یہ لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

قربانت شویم، دویست سی صد ہزار خلق کہ در تبریز است چہار دانگ
آن ہمہ سنّی اند واز زمان حضرات تا حال این خطبہ را کسی بر ملا نخواندہ
ومی ترسیم کہ مردم بگویند کہ بادشاہِ شیعہ نمی خواہیم و نعوذ باللہ
اگر رعیت برگردند چہ تدارک درین باب توان کرد؟ بادشاہ فرمود ند

---

[1] براؤن Literary history of Persia, V.4: P.229

[2] شمارہ مسلسل ۷۵ (ھ ـ ھانی گرملہ): ص ۳۳۔

[3] یہ شاہانِ صفویہ کے مورثِ اعلیٰ اور اپنے عہد کے مشہور صوفی و بزرگ تھے۔ بعمر ۸۵ سال ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ موصوف کی سوانح حیات "صفوۃ الصفا" کے نام سے مرتب ہو چکی ہے جس کے لئے مواد ان کے صاحبزادے صدر الدین (متوفی ۷۹۴ھ / ۱۳۹۲ء) نے مہیا کیا تھا اور شیخ صفی کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ان کے ایک مرید خاص ابن البزاز نے تالیف کی۔

کہ مرا باین کار باز داشتہ اند و فدای عالم با حضرات ائمۂ معصومین
ہمراہ ملند، و من از ہیچ کس باک ندارم، و من از ہیچ کس باک
ندارم۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ اگر رعیت حرفے بگویند شمشیر می کشم و
یک کس را زندہ نمی گزارم[1]۔"

ملاّ عبد اللہ ہاتفی مقام خرجرد (صوبہ جام) میں پیدا ہوئے اور یہیں ۹۲۷ھ/۱۵۲۱ء میں
وفات پائی۔ آپ ملا جامی کے بھانجے اور شاہ قاسم انوار[2] (متوفی ۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء) کے خاص

---

[1] تاریخ ادبیات ایران (اردو) اور Literary history of Persia, V.4: P53

[2] آپ کا نام معین الدین علی تھا، مولد آذربائیجان بسال ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء اور وفات ۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء تکمیل
علم و معرفت کے بعد اپنے مولد کو خیرباد کہہ کر گیلان، نیشاپور وغیرہ میں کچھ عرصہ بسر کرتے رہے پھر
شاہ رخ (عہد ۸۰۷-۸۵۰ھ/۱۴۰۴-۱۴۴۷ء) کے دور میں دار السلطنت ہراۃ میں اقامت گزین ہوئے۔ یہ بزرگ
جہاں بھی گئے ہزارہا افراد خواص و عوام گلہائے عقیدت نچھاور کرتے رہے۔ اس مقبولیت نے کچھ
خواص کو رقیب بنا دیا جس کی بنا پر ہراۃ سے خروج کرنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ یہاں سے سمرقند مرزا
الغ بیگ (متوفی ۸۵۳ھ/۱۴۴۹ء) کی حفاظت میں پناہ لی اور آخر میں یہاں سے بھی رخصت ہو کر خرجرد (جام)
میں آکر ہمیشہ کیلئے آسودۂ خاک ہوگئے۔ موصوف کی علمی یادگاریں بصورت نثر و نظم دیوان غزلیات،
انیس العاشقین اور انیس العارفین ہیں۔ تفصیلی حالات زندگی ملاحظہ ہوں۔ حبیب السیر ج ۳:
ص ۱۴۵، نفحات الانس، ص ۵۳۵ تا ۵۳۷ اور مفتاح التواریخ ص ۱۷۱ تا ۱۷۲ از مسٹر طامس
ولیم بیل۔ ان صوفی موصوف کے سلسلے میں پروفیسر براؤن نے لکھا ہے کہ شیخ صفی الدین اردبیلی
کے صاحبزادے صدر الدین کا "مشہور ترین مرید قاسم الانوار نامی ایک شاعر ہوا ہے جس کے عقیدے
متزلزل تھے"۔ ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ایران (اردو ترجمہ): ص ۷۱-۷۲ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مریدوں میں سے تھے۔ موصوف کی شاعری کا خاص میدان مثنوی گوئی تھا جس میں انھیں انفرادیت حاصل تھی۔ خواندمیر لکھتے ہیں:

"در نظم مثنوی از سائر شعرای زمان گوی تفوق می ربود۔"[1]

یہی وجہ ہے کہ آصفی صرف تین ہی شخصیتوں کو صحیح معنوں میں شاعر خیال کرتے اور ان کے ساتھ ہی چوتھی شخصیت کا ادعا خود اپنے بارے میں تھا جس کا اظہار "لیلیٰ مجنوں" کے "خاتمہ" عنوان میں کیا ہے:

"در شعر سہ تن پیمبرانند | قولیست کہ جملگی برانند
فردوسی و انوری و سعدی | ہر چند کہ لا نبیّ بعدی
این خاتم آن سہ گانہ آمد | زان بے بدل زمانہ آمد
دانم کہ دران سخن نہ باشد | محتاج بوصف من نہ باشد"

موصوف مسلکاً شیعی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے جس کی وضاحت اپنی مثنوی لیلیٰ مجنوں میں "در صفت امیرالمومنین علی بن طالبؓ" کے تحت کرتے ہیں:

در دین نبیؐ علی است والی | او کرد جہان از کفر خالی
من بعد نبیؐ امام بر حق | بر مسند شرع شاہ مطلق
خواہم کہ سخن شود تمام | در مدح دوازدہ امام
یارب کہ کنی خجستہ نامم | در مدح دوازدہ امامم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مترجم سید وہاج الدین احمد کنتوری۔ نیز تفصیل کے لئے دیکھئے پروفیسر براؤن کی کتاب Literary history of Persia, V.3: P 365-66, 473-86

[1] حبیب السیر جلد سوم: ص ۳۴۶۔

بخشای بہاتفی ز کوثر		یک جرعہ کہ بحق آل حیدر

ہاتفی کی وفات اپنے وطن خرجرد (جام) میں بسال ۹۲۷ھ (۲۱-۱۵۲۰ء) واقع ہوئی۔ خواندمیر نے مولانا حبیب اللہ معمّٰی کا ایک قطعہ ذیل ذکر کیا ہے جس میں تعریف و تاریخِ وفات بیان کی گئی ہے :

از باغِ دہر ہاتفی خوش کلام رفت		سوئے ریاض خلد بصد عیش و صد طرب
جان داد رُو بہ روضۂ پاکِ رسول و گفت		روحی فداک الضیم البطحی لقب
رفت از جہان کسی کہ بود لطفِ شعر او		آشوب ترک و شور عجم فتنۂ عرب
تاریخ فوت او طلبیدم ز عقل گفت		از شاعر شہان و شہِ شاعران طلب[1]
۹۲۷ھ . ۹۲۷ھ

یوسف زلیخا از ملا عبدالرحمٰن جامی۔ صفحات ۱۶۶، درمیان میں جابجا اور آخر ناقص، کتابت خط شکستہ، کاتب اور سال کتابت مذکور نہیں۔ درمیان سطور مشکل الفاظ کے معانی سہل فارسی میں موجود ہیں۔ کاتب نے کتابت نہایت ہی لاپرواہی سے قلم چلایا ہے۔ اکثر و بیشتر بند کے عنوانات غائب ہیں، چند ہیں بھی تو ان میں کسی بند کا عنوان "حکایت" اور کسی کا داستان۔ پھر مزید اس پر یہ کہ صفحات کے ہندسے کہیں موجود اور کسی مقام پر قلم انداز ہیں۔

یہ مثنوی قلمی صورت میں نیشنل لائبریری (بوہار کلیکشن) کلکتہ، گجرات وِدیا سبھا احمد آباد، خدا بخش لائبریری پٹنہ، ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ، مسلم یونیورسٹی لائبریری (سبحان اللہ کلیکشن) علی گڑھ، صولت پبلک لائبریری رامپور (یوپی) اور کتب خانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بھی موجود ہے۔

---

[1] حبیب السیر جلد سوم : ص ۳۴۶۔

ملا جامی کی حیات اور تصنیفات مع شروح وحواشی وغیرہ سے متعلق ماہ جولائی واکتوبر ۱۹۸۲ء کے برہان میں کچھ تفصیل عرض کی جا چکی ہے۔ مثنوی مذکور کے تعارف کے دوران چند مزید ترجموں اور شرحوں کا سراغ ملا جو اب عرض کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ شرح یوسف زلیخا (فارسی) از مولوی محمد رضا (طبع ہو چکی ہے)[۱]

۲۔ یوسف زلیخا مع شرح (شارح نامذکور) (مطبوعہ بمبئی ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء)[۲]

۳۔ ایضاً (ترکی ترجمہ) از شیخ عمر الخلوتی المغیساوی برائے سلطان عثمان[۳]

۴۔ " (اٹیلین ترجمہ) از الیف، سمی نو (F.Simmino) جو ۱۸۹۹ء میں مقام نیپلس (Naples) سے طبع ہوا[۴]

۵۔ " (جرمن ترجمہ) صرف ابتدائی اشعار کے مترجم ایچ بارب (H. Barb) جو ویانا (Vienna) سے طبع ہوا[۵]

۶۔ زلیخای جامی (اردو)[۶]

۷۔ شرح زلیخای جامی از مولوی محمد شاہ[۷]

---

۱ فہرست صولت پبلک لائبریری رام پور (یوپی) ص: ۱۶۴۔

۲ فہرست کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدرآباد، جلد دوم: ص: ۱۴۹۲

۳ کشف الظنون، جلد دوم: ص: ۶۶۲۔

۴ کٹلاگ انڈیا آفس لائبریری لندن، جلد اول: ۱۵۶۷

۵ ایضاً: ص ۷۴۷

۶ فہرست کتب حاجی محمد سعید تاجر کتب کلکتہ: ص ۴۰

۷ فہرست کتب کلاں منشی نولکشور لکھنؤ و کانپور۔ ص: ۱۴۴۔

۸۔ روضۂ دلکشا (شرح یوسف زلیخا) از غلام عبدالقادر ناظر مدراسی[۱]
(متوفی ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء)

۹۔ شرح یوسف زلیخا از ملا سعد عظیم آبادی (یہ نسخہ وشوا بھارتی لائبریری میں ہے جس کا تعارف اپنے موقعہ پر کیا جائے گا)

۱۰۔ سنسکرت ترجمہ بنام "کتھا کوتوکا" مترجم شری در[۲]

مذکورہ بالا شروح و ترجموں سے متعلق شارحین و مترجمین کے اسماء اور زبان، مطابع اور سالہای طباعت درج نہیں کر سکا۔ جن ذرائع سے یہ مختصر فہرست پیش کی گئی ہے ان میں یہ اطلاعیں مذکور نہیں تھیں۔ اس کمی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

(باقی آئندہ)

---

[۱] "سخنوران بلند فکر" ص: ۱۵۶-۵۷ مصنفہ محمد منور صاحب بہادر گوہر۔

(اس حاشیہ میں دیئے گئے خط کشیدہ کتب خانوں میں وہ شرحیں بھی موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے کتب خانہ میں جرمن ترجمہ مع متن ویانا (Vianna) ۱۸۲۴ء کا پایا جاتا ہے۔ اس کتب خانہ کی فہرست میں مترجم کا ذکر نہیں ہے لیکن میرا قیاس ہے کہ Mr. Rosenzweig کا ترجمہ ہے جو ویانا سے ۱۸۲۴ء میں طبع ہو چکا ہے جس کا ذکر اکتوبر ۱۹۸۲ء کے برہان میں گذر چکا ہے۔

[۲] "اسلامی کتب خانے" مصنفہ الحاج محمد زبیر صاحب مرحوم۔ ص: ۲۷۱